عصرِ حاضر اور بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت

ڈاکٹر ساجد خاکوانی
اسلام آباد

ابتدائی تعلیم کا آغاز عہدِ الست کے ساتھ ہوگیا تھا، جب روحانی وحقیقی وجود ملتے ہی سب سے پہلے معرفتِ رب عطا کی گئی تھی اور ایک وعدہ لینے کے بعد اس دنیا میں بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ تاہم اگر کہا جائے کہ ابتدائی تعلیم کا آغاز ماں کے پیٹ میں ہی ہوجاتا ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ سب سے پہلے فطرت ہی تعلیم یا ابتدائی تعلیم کا آغاز کرتی ہے اور ہر ہر عضو کو اس کا فرضِ منصبی از بر کراتی ہے۔ آنکھوں کو دیکھنا سکھایا جاتا ہے، کانوں کو سننا سکھایا جاتا ہے، دل کو دھڑکنا اور معدے کو جہاں ہاضمہ کی ذمہ داری سونپی جاتی، وہاں جگر کا کام خون کی فراہمی ہوتا ہے اور گردوں کو خون صاف کرنے کا فن اس ابتدائی تعلیم میں ودیعت کیا جاتا ہے، علیٰ ہٰذا القیاس۔ قدرت کے کام میں کوتاہی تلاش نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اللہ نے سورۂ ملک میں کہا:

> ’’اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ۔‘‘ (الملک)
>
> ترجمہ: ’’جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے، تو رحمٰن کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، تو پھر نگاہ دوڑا، کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ کر، تیری طرف نگاہ ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔‘‘

جس نے پوری کائنات بغیر کسی خامی کے بنائی ہے اور اسے بطورِ مثال انسان کے سامنے پیش کیا اس کا تخلیق کردہ اشرف المخلوقات تو بلاشبہ ’’لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ‘‘ (والتین: ۴) ’’بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اس فنِ تخلیق کو اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کی اولین وحی کے ساتھ تذکرہ کیا اور ماں کے پیٹ کے دورانیہ کا ہی تذکرہ کیا جہاں انسان فطرت کی طرف سے اپنی ابتدائی تعلیم کے مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے۔ قدرت تو اپنے کارِ تخلیق

میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی، لیکن انسان اپنی بے اعتدالیوں اور حدود اللہ سے گزر جانے والے نافرمانی کے رویوں کے باعث خدائی تخلیق میں بگاڑ کے اثرات کا بری طرح سے سامنا کرتا ہے اور پریشانیوں کا شکار ہو رہتا ہے۔

ماں کے پیٹ میں ابتدائی تعلیم پر ماں کے اثرات ماضی میں تو قصے کہانیاں ہی سمجھے جاتے تھے، لیکن اب عصری طبی ماہرین اور ماہرینِ نفسیات نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ اس دوران اگر ماں خوش باش رہے گی، مطمئن رہے گی، کھاتی پیتی اور سیر و سیاحت بھی اس کے معمولات میں شامل رہیں گے اور آرام، چین وسکون کے ساتھ ساتھ اس کی جملہ ضروریات وخواہشات بھی پوری ہوتی رہیں گی تو نومولود بھی طبی وجذباتی و ذہنی ونفسیاتی طور پر صحت مند ہوگا، بصورتِ دیگر چڑچڑاپن، بیماریاں، کمزوریاں اور عدمِ برداشت کے مکروہ تحفے ماں کے پیٹ سے جنم لینے والا ساتھ لائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس طرح بنائی ہے کہ بہت کچھ انسان کے حواسِ خمسہ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اسے ’’يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ‘‘ کی تلقین کی گئی ہے۔ غیب کی ان اخبار میں جو حواسِ خمسہ کی دسترس سے باہر رکھے گئے ہیں ایک روحانی دنیا بھی ہے۔ روحانیت بھی بتاتی ہے کہ باپ سے وابستہ رزقِ حلال اور ماں کے اثرات براہِ راست پیٹ میں ابتدائی تعلیم پر ثبت ہو رہے ہوتے ہیں۔

اگر ماں ابتدائی تعلیم کے اس دورانیے میں پاک صاف رہے گی، عفت و پاکدامنی اس پر ختم ہوگی، صوم وصلوٰۃ کی پابند رہے گی، اذکار ودعواۃ وتسبیحات ووظائف اس کے معمولات کا حصہ ہوں گے، تلاوتِ قرآن مجید میں ناغہ نہیں کرے گی، اپنی خانگی ذمہ داریاں وخدمت گاریاں بھی مقدور بھر ادا کرتی رہے گی اور کسی تکلیف پیش آ جانے کی صورت میں ہائے وائے اور چیخنے چلانے کی بجائے صبر کا دامن تھامے رکھے گی تو وہ نیک اولاد کو جنم دے گی اور اس کے رحم میں ابتدائی تعلیم کی خواندگی تقویٰ اور پاکبازی سے عبارت ہوگی اور بصورتِ دیگر یہ دنیا فساق وفجار اور رجل الدرہم والدینار اور پیٹ کی خواہش اور پیٹ سے نیچے کی خواہش کے پجاریوں سے بھری پڑی ہے جن کے لیے قرآن نے کہا ہے: ’’اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ‘‘

جنم لیتے ہی ابتدائی تعلیم کا اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ مرحلہ کم وبیش دس سالوں تک محیط ہوتا ہے، جس کے بعد پھر ثانوی تعلیم کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کی چار بنیادیں: اوائلِ عمری، معصومیت، خالی الذہنی اور مشاہدہ ہیں اور ابتدائی تعلیم کے چھ عناصر: خودشناسی، خداشناسی، حفظ، بنیادی اخلاقیات اور مبادیاتِ لسان وحسابیات اور تقابلات ہیں۔ ابتدائی تعلیم کی پہلی بنیاد اوائل عمری میں اولین جو کلام کانوں کے راستے دماغ کی گہرائیوں اور تاریکیوں تک پہنچتا ہے وہ پتھر پر لکیر کی طرح اَن مٹ اور عمر

بھر کے لیے امر ہوجاتا ہے، چنانچہ دنیا میں قدم رکھتے ہی اس کے دائیں کان میں اذان دے کر اسے ابتدائی واولین تعلیم میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور درسِ توحید سے آشنائی فراہم کردی جاتی ہے اور بائیں کان میں اقامت کہہ کر اسے نماز جیسی بزرگ عبادت کا تعارف کرادیا جاتا ہے، جو عمر بھر کا ایک وظیفہ ہے جو اسے تاحیات اور تادمِ مرگ جاری رکھنا ہے کہ روزِ محشر سب سے پہلے اسی کے بارے میں پرسش ہونی ہے۔

اذان اور اقامت کے ابتدائی اسباق اس کے تاریک دماغ میں روشنی کا باعث بنتے ہیں اور اس کا قلب ونظر وذہن وفکر نور سے بھر جاتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا:

’’اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔‘‘

(البقرۃ:۲۵۷)

ترجمہ: ’’اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، اور جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں، یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

لیکن ابتدائی تعلیم ابھی نامکمل ہے، کیونکہ معلم کی تعیناتی ابھی باقی ہے، چنانچہ خاندان کے کسی نیک ومتقی ودیندار بزرگ مرد یا خاتون کے ہاتھوں شہادت کی مقدس انگلی سے گھٹی دی جاتی ہے، تاکہ بزرگ کی نیک فطرت اس نومولود میں عود کر آئے۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران بچوں کو گھٹی کے لیے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا اور روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت مبارک سے بچے کے تالو پر شہد لگادیتے تھے، جسے وہ چاٹتا رہتا تھا۔ یوں ابتدائی تعلیم کا قیمتی ترین مرحلہ ایک غیر رسمی تعلیمی ادارے میں شروع ہوجاتا ہے۔

اس عمر میں بچے کا ذہن بالکل اور کلیتاً خالی سلیٹ اور صاف تختی کی مانند ہوتا ہے، بظاہر بچہ سورہا ہوتا ہے، یا خاموش ہوتا ہے یا صرف دائیں بائیں دیکھتے ہوئے نظر آتا ہے یا خود سے کھیل رہا ہوتا ہے اور مصروفِ محض ہوتا ہے، لیکن فی الحقیقت یہ سارا ماحول، آوازیں، مناظر اور خورد ونوشت وغیرہ اس کے ذہن پر اپنے قوی نقوش چھوڑ رہے ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ آنے والے دنوں میں اس کی شخصیت اور یقینی طور پر اس کے کردار کا حصہ بن جائے گا۔ بچہ اپنے ابتدائی دنوں میں گویا ابتدائی تعلیم کے ایام میں بہت سے ہاتھوں میں کھیل رہا ہوگا، ہر کوئی اسے گود لینے کے لیے بے تاب ہوگا، ہر کوئی اس کی خدمت داری میں سبقت لے جانا چاہے گا، وہ نیند میں ہوگا تو اس کے جاگنے کا بے تابی سے انتظار ہوگا، اسے کھلانے، پلانے، نہلانے، دھلانے، پہنانے، اوڑھانے، سلانے اور لاڈ پیار کے لیے بہت سے ہاتھ بڑھ بڑھ کر اسے تھامتے ہوں

گے تو وہ بہت شاندار نفسیات کا مالک، خوشگوار طبیعت کا خوگر، حسنِ خلق کا مرقع، مرجعِ خلائق اور معاشرے میں کامیاب اجتماعی کردار ادا کرنے کی سندِ امتیاز لے کر تعلیم کے اگلے مرحلوں میں قدم رکھے گا۔

اس کے برعکس اگر اس کی ابتدائی تعلیم صرف دو یا چار ہاتھوں میں ہوئی، اور اس کے والدین بھرا پورا گھر، خاندان، قبیلہ اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر اور اپنی اَنا کو پوجتے ہوئے اس کو اتنے بڑے فطری ابتدائی تعلیمی ادارے سے نکال کر اور ایک مختصر ترین عمارت میں سدھار لائے تو اس کی ابتدائی تعلیم میں جو کمی، کوتاہی، خامی اور خلا رہ جائیں گے وہ کبھی بھی پورے نہیں ہوں گے، بلکہ اس کی اگلی نسلوں تک میں بھی منتقل ہوتے رہیں گے اور وہ تنہائی پسند، کم ظرف، اپنی ذات میں گرفتار، آدم بیزار، نفسیاتی دباؤ کا شکار، اجتماعیت سے خوفزدہ، دوسروں سے بے نیاز اور کافی حد تک خودغرض واقع ہوگا، الا ماشاءاللہ۔

ابتدائی تعلیم کی دوسری بنیاد معصومیت کے ساتھ ایک خاص عمر میں بچے کو رسمی تعلیمی ادارے میں داخل کر دیا جاتا ہے، یہ وہ عمر ہوتی ہے جب بچہ اپنی حوائج فطریہ سے واقف اور کسی حد تک خودکفیل بھی ہو چکا ہوتا ہے، عمومی طور پر یہ ساڑھے تین سال کی عمر ہوتی ہے، لیکن اس میں کمی بیشی کی گنجائش ممکن ہے۔

ابتدائی تعلیم میں بچے کی تربیت میں یہ قربانی شامل ہے کہ وہ چند گھنٹے کے لیے ماں کی گود چھوڑ کر اپنے ابتدائی تعلیم کے ادارے میں آجاتا ہے۔ ابتدا میں معصوم بچے پر یہ تبدیلی بوجھل ہوتی ہے، کچھ بچے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں اور ابتدائی تعلیم کے ادارے میں جاتے ہوئے روتے ہیں، ٹانگیں چلاتے ہیں، شور مچاتے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی طرح گھر کو لوٹ جائیں، جو فرد انہیں چھوڑنے جاتا ہے اس سے چمٹے رہتے ہیں یا پھر تقاضا کرتے ہیں کہ یہ بھی ادارے میں رک جائے، لیکن کچھ بچے بظاہر اظہار نہیں کرتے، لیکن خاموش رہتے ہیں، سہمے ہوئے اور ڈرے ہوئے رہتے ہیں، اپنا بستہ اور کتابیں کاپیاں سنبھال کر رکھتے ہیں، کیونکہ اس اجنبی ماحول میں یہی بستہ اس کا اپنا ہے اور باقی سب ناآشنا اور غیر ہیں اور اگر اسی ادارے میں ان کا کوئی بھائی، بہن، پڑوسی یا رشتہ دار پڑھتا ہو تو وہ چاہتے ہیں کہ اسی کے ساتھ جا کر بیٹھ جائیں۔ یہ بچے ادارے کے بند ہونے اور چھٹی کے وقت کا بہت بے تابی سے انتظار کرتے ہیں اور دوڑ لگا کر ایسے نکلتے ہیں جیسے انہیں باندھ کر رکھا گیا تھا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اپنے ہم جولیوں سے دوستیاں ہو جاتی ہیں اور معلم اور ماحول سے مانوس ہو جاتے ہیں اور پھر شوق سے بھاگتے ہوئے مدرسے جاتے ہیں اور وہاں بہت اچھا وقت گزارتے ہیں، یہ ان کی معصومیت کا ایک اور پرتو ہے۔

ابتدائی تعلیم کی تیسری بنیاد خالی الذہنی ہے، اس میں بچے کو سب سے پہلے عقیدہ یاد کرایا جاتا ہے، یہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ صرف مثبت پہلو یاد کرائے جائیں، کیونکہ منفی پہلوؤں کے باعث ابتدا

سے ہی اس کا خالی ذہن مشکل میں پڑ سکتا ہے۔ عقیدہ کی تعلیم اسے سنائی جائے گی اور اسے دہراتا رہے گا اور اس طرح ذہن نشین ہو جائے گی۔ ابتدائی تعلیم میں اس حد تک تربیت بھی شامل ہے کہ اسے عقیدہ پر یقین کرنے کے لیے کسی دلیل کی طرف دھکیلنے سے احتراز کیا جائے، اسے صرف یہ معلوم ہو کہ معلم یا معلمہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اسے ازبر کرنے ہیں، کیونکہ یہ سو فیصد سچے ہیں۔ دلائل اول تو اس کی خالی ذہنی سطح سے بالاتر ہوں گے اور پھر اسے ہر بات دلائل کے ساتھ ہی ماننے کی عادت پڑ جائے گی اور اساتذہ کے لیے ایسے بچے کو ترسیلِ تعلیم مشکل میں ڈالے رکھے گی، پس اسے ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' کا خوگر ہونا چاہیے، تاکہ فرمانبرداری اس کے خالی ذہن میں سرایت کر جائے۔

بنیادی تعلیم کی چوتھی بنیاد مشاہدہ کے مطابق عقیدہ کے ساتھ اچھے اخلاق اسے عملاً سکھائے جائیں گے، تاکہ پہلے وہ اچھی طرح دیکھ لے اور پھر اسے اپنی شخصیت میں جذب کر لے، یہ ایک طرح سے تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہے، مثلاً صفائی کی تعلیم دی جائے گی کہ کوڑا کرکٹ ایک خاص جگہ پر پھینکا جائے، اپنے ہاتھ، منہ، دانت، کپڑے، جوتے، کتب، کھلونے اور اٹھنے بیٹھنے کے مقامات مٹی سے پاک ہوں۔ کھانے کے آداب سکھائے جائیں کہ سب مل جل کر ایک برتن میں کھاتے ہیں، پہلے دوسروں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، دائیں ہاتھ سے لقمہ توڑتے ہیں، اپنے سامنے سے کھایا جاتا ہے، آخر میں برتن صاف کرتے ہیں، خواہ انگلی سے ہی کرنا پڑے، برتن واپس اپنی جگہ پر رکھتے ہیں، کھانے سے پہلے، درمیان اور آخر میں پڑھی جانے والی دعائیں اور اکل وشرب کے دیگر مسنون طریقے ان کی تربیت کا حصہ ہوں۔

ابتدائی تعلیم کے اگلے مرحلوں میں بچوں کو ادارے سے باہر لے جایا جائے گا اور انہیں سڑک پار کرنے کی، سڑک سے ہٹ کر طریق القدم پر چلنے کی، اپنے دائیں طرف اور دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے اور میانہ چال سے چلنے کی تربیت بھی دی جائے گی۔ مزید اگلے مراحل میں پرندوں، جانوروں اور باغیچے میں پودوں کی نگہداشت وغیرہ کے عملی اسباق ان کی تربیت کا حصہ بنیں گے۔

خود شناسی بنیادی تعلیم کا پہلا اہم عنصر ہے، یہاں اولاً تو بچے کا نام اسے یاد ہونا چاہیے جو اس کی اولین اور جداگانہ شناخت ہے، اس کے بعد اسے اس کا لڑکا یا لڑکی ہونے کا احساس ہونا چاہیے، چنانچہ انتظامیہ کچھ ایسے انتظامات ضرور بجالائے جن سے بچوں کے اپنے فطری امتیازات کا احساس بیدار ہو، جیسے بچوں اور بچیوں کی علیحدہ قطاریں، علیحدہ وردی، ان کے علیحدہ نشستی انتظامات یا مقابلوں کی صورت میں جداگانہ مقابلے وغیرہ۔

بنیادی تعلیم کے باقی عناصر خمسہ: خود شناسی، خدا شناسی، حفظ، بنیادی اخلاقیات ومبادیاتِ لسان

وحسابیات اور تقابلات کو باہم جدا نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ تعلیم ایک ہمہ گیر عمل ہے جس میں یہ کل عناصر مل کر ایک نظام کو متحرک رکھتے ہیں، چنانچہ صبوحی دعا میں انہیں ایک بچے کی پیروی میں اپنے روز کے اسباق دہرانے ہوتے ہیں، یہاں ان بچوں کو ادب واحترام اور اطاعت کیشی کا درس ملتا ہے، ایک بچہ تلاوت کرتا ہے باقی سب سر نیچے کیے، ہاتھ باندھے صرف سنتے ہیں۔ ایک بچہ نعت سناتا ہے باقی سب ہمہ تن گوش ہوکر خاموش رہتے ہیں اور صرف سماعت کرتے ہیں۔ پھر کلامِ اقبال سے ''لب پہ آتی ہے دعا'' پڑھائی جاتی ہے، تین بچے پڑھتے ہیں اور ان کی متابعت میں سب بچے اسی مصرعے کو دہراتے ہیں، اس کے بعد جملہ صبوحی اسباق بھی اسی طرح اطاعت کیشی کے درس کے ساتھ یاد کرائے جاتے ہیں جن میں قومی ترانہ بھی شامل ہوتا ہے۔

سب بچوں کو باری باری آگے لاکر موقع فراہم کرنا چاہیے کہ وہ دوسرے بچوں کو یاد کرائیں، جن میں قائدانہ صلاحیتیں موجود ہوں گی وہ خود سے اور بصد شوق نکل آئیں گے۔ شرمیلے، خوفزدہ، پست ہمت، دبی ہوئی شخصیت کے مالک اور سہمے ہوئے بچے اول تو نکلیں گے نہیں اور اگر زبردستی انہیں لاکر سامنے کھڑا بھی کردیا گیا تو وہ خاموش رہیں گے یا رونے لگیں گے تو اب یہ معلمین ومعلمات کا امتحان ہے کہ ایسے بچوں کو کیسے دوسرے بچوں کے ساتھ چلانا ہے۔

اس چھوٹی سی عمر میں اور ابتدائی تعلیم میں زبانی یاد کرانا بہت آسان ہوتا ہے، کیونکہ کوئی بھی سبق متعدد بار دہرانے سے ابتدائی تعلیم کی اس عمر میں بچے کی خالی تختی پر نقش ہوجاتا ہے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچے کو نماز یاد کرادینی چاہیے، اسی طرح قرآن مجید کی آخری سورتیں اور کچھ زیادہ فضیلت کی بڑی سورتیں بھی بچے آسانی سے یاد کرلیتے ہیں۔ بعض ابتدائی تعلیم کے ادارے پورا قرآن مجید بھی حفظ کرادیتے ہیں۔ قرآن مجید کے حفظ سے دماغ اپنی استعداد سے بڑھ کر کام کرنے لگتا ہے اور اگلے تعلیمی مرحلوں میں حفاظ بچے باقی بچوں کی نسبت زیادہ سرعت سے اسباق کو ہضم کرپاتے ہیں اور روحانی برکات اس کے سوا ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے ابتدائی مرحلے صرف زبانی یاد کی حد تک یا سمعی وبصری تعلیم کی حد تک ہی ہونے چاہئیں، بعد کے مراحل میں انہیں ابتدائی خواندگی کی طرف لے جایا جائے گا جس میں حروف کی پہچان، جوڑتوڑ اور معمولی حساب بھی شامل ہے۔

مقابلے کی فضا ابتدائی تعلیم میں بہت اچھے نتائج سامنے لاتی ہے۔ نصابی وہم نصابی سرگرمیوں میں جب ہم جولیوں سے مقابلہ درپیش ہو تو جیتنے کا جذبہ بچے کو اپنی پوری صلاحیتیں بروئے کار لانے میں مددگار ومہمیز ثابت ہوتا ہے۔ یہاں ایک امر قابلِ غور ہے کہ اس چھوٹی اور معصوم عمر میں شکست کے بھی بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو شخصیت میں منفی رجحانات پیدا کرنے میں دیر نہیں لگاتے، چنانچہ مدرسے کی

انتظامیہ کو بہت دقیق نظر سے دیکھنا ہوگا کہ سو فیصد بچے کامیابی کا تمغہ سینے پر سجائے گھروں کو سدھاریں۔

اس کا بہت آسان طریقہ ہے، پہلے نصابی سرگرمیوں میں کامیابیاں فراہم کی جائیں، پھر کوشش کی جائے کہ جو بچے تعلیم کے میدان میں کچھ پیچھے رہ گئے ہیں وہ کھیل کے میدان میں آگے بڑھ کر اعتمادِ نفسی حاصل کرلیں، کچھ پھر بھی ابھی آخری صفوں میں رکے ہوئے ہیں تو حمد و نعت خوانی یا تقریر یا نغمہ سرائی یا بیت بازی میں انہیں سب کے سامنے لاکر نمایاں قرار دے دیا جائے، پھر بھی اگر کچھ بچے باقی ہیں تو انہیں آرائش وزیبائش، پہیلیاں بوجھنے اور اس طرح کے دیگر شوقین قسم کے امور میں کسی نہ کسی طرح سب سے بہتر قرار دے کر انعام کا حق دار قرار دے دیا جائے۔ اُمید ہے اس کے بعد کوئی بچہ باقی نہیں بچے گا۔

بصورت دیگر انتظامیہ اپنی طرف سے اطاعت وفرمانبرداری، باقاعدگی، حسنِ لباس، ادب و احترام، پابندیِ وقت، صفائی یا کسی بھی اور اخلاق فضیلت کو معیار بنا کر اسے اعتماد فراہم کردے اور یوں سب نونہال مدرسہ سے نہال ہوکر گھروں کو لوٹیں اور اپنے والدین کو اپنی کامیابی کی داستانیں سناتے ہوئے اگلے دن ذوق وشوق سے بھاگتے ہوئے اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے کمرۂ جماعت میں داخل ہوں۔

بنیادی تعلیم کی کامیابی کا ایک ہی پیمانہ ہے کہ بچہ اگلے مرحلۂ تعلیم میں اپنے شوق سے داخل ہوا اور وہ اپنی نئی کتب کا منتظر ہو، اپنے نئے اساتذہ سے مسرتِ ملاقات اس کے رویے سے ہویدا ہو اور اس کے خواب نئی عمارت اور بڑے بڑے کھیل کے میدانوں کی تعبیر سے آراستہ ہوں، اس کے لیے کسی طرح کے تحریری، تقریری، زبانی یا نمائشی امتحانات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، بہت چھوٹی عمر میں اور خاص طور پر بنیادی تعلیم کے دورانیے میں امتحانات کا انعقاد بچوں میں تعلیم کے لیے نفرت، دوری، بے رغبتی اور عدمِ اشتیاق کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ بنیادی تعلیم کی یہ عمر ماحول سے حاصل کیے گئے اثرات کے سو فیصد انطباق کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔

اگر کہیں مقاصدِ تعلیم کے حصول میں کلی یا جزوی ناکامی مشاہدے میں آتی ہے تو انتظامیہ، اساتذہ، نصاب اور ماحول کو تبدیل کرنے یا ان میں بہتری لانے کی ضرورت ہے، بچے اس سے کلیتاً مبرا ہیں۔ سو فیصد بچوں کو جو دورانیۂ تعلیم مکمل کرچکے ہوں انہیں بلا تخصیص وتمیز اگلے مرحلوں میں بڑھا دینا ہی تعلیمی کارکردگی میں بہتری کی ضمانت ہوگی جو ان میں اعتماد اور شوق اور مزید آگے بڑھنے کا جذبہ بھی پیدا کرے گی۔ تاہم اگر کچھ بچے دورانیۂ تعلیم کے درمیان میں داخل ہوئے ہوں اور وہ باقی ہم جماعت ساتھیوں سے اپنے اسباق میں ابھی پیچھے ہوں تو اساتذہ کرام سے مشاورت کے نتیجے میں انہیں حالیہ درجے میں ہی روک لینا قرینِ قیاس ہوگا، تاکہ ان کی بنیاد میں پختگی لائی جاسکے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس ٹھہراؤ کو اپنی ناکامی

پر محمول نہ کریں اور بخوشی اس فیصلے کو قبول کرلیں۔

تعلیم پیشہ نہیں ہے، بلکہ شیوہ اور انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ہے جو اپنی قوموں سے کہا کرتے تھے کہ: ’’وَ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ‘‘ (الشعراء:۱۴۵) ’’اور میں تم سے اس پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔‘‘

لیکن دورِ غلامی سے سیکولرازم کے باعث نہ صرف یہ کہ ایک پیشہ بن گیا ہے، بلکہ بنیادی تعلیم کی حد تک یہ ایک مکروہ دھندا بن گیا ہے۔ سیکولرازم کی پروردہ کاروباری ذہنیت سرمایہ دارانہ رویوں نے بنیادی تعلیم کی اقدار کو بری طرح پامال کردیا ہے، یہاں تک کہ اب بچے بچے نہیں رہے، بلکہ گاہک بن گئے ہیں اور ابتدائی تعلیم کے ادارے کاروباری مراکز اور دھن دولت جمع کرنے والے کارخانے بن گئے ہیں۔

صرف تعلیم ہی نہیں، بلکہ تفریح کے دوران کے کھانے، صاف پانی، کتب، تحریری مواد، ملبوس، ذرائع نقل وحمل اور یہاں تک کہ بال کاٹنے کا عمل بھی منافع بخش بنالیے گئے ہیں اور ان ذرائع سے پیداگیری کی جاتی ہے۔ مقابلے کے اس رجحان نے جہاں معیارِ تعلیم کا بیڑا غرق کردیا ہے، وہاں معیارِ اخلاق بھی گہنا گیا ہے اور مقامی معاشرتی روایات اور تہذیب وتمدن بھی دم توڑ رہے ہیں۔

ان سب پر مستزاد بدیسی ذریعۂ تعلیم ہے جس نے زوال کی رہی کسر بھی پوری کردی ہے اور پورا نظامِ تعلیم اس وقت صرف ایک ہلکے سے دھکے کا منتظر ہے جو اسے دھڑام سے گرادے۔ والدین کو خوش کرنے کے لیے نجی تعلیمی ادارے سب بچوں کو ۹۹٪ شرح کامیابی سے نوازدیتے ہیں اور رقم بٹورنے کے لیے سارا سال امتحانات پر امتحانات منعقد ہوتے ہیں اور نتائج کی تقریبات کے نام پر بے ہودگی اور بدتمیزی کی بڑھ چڑھ کر نمائش کی جاتی ہے اور یوں جھوٹ، دھوکے اور فریب کو دکھاوے اور نمائش کے ذریعے اپنی کامیابی بناکر پیش کیا جاتا ہے، تاکہ کاروبار کے حجم کو زیادہ سے زیادہ وسعت دی جاسکے۔

لیکن مایوسی اس لیے نہیں ہے کہ معاشرے کا صالح عنصر بھی بیدار مغز قیادت کے ساتھ میدان میں موجود ہے اور بہت کم سہی، لیکن سرعت سے ترقی پذیر مثالی تعلیمی ادارے بھی قائم ہوتے چلے جارہے ہیں اور بہت جلد سیکولرازم کا بوریا بستر گول ہونے والا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....